

## سید الشہداء علیہ السلام کا بنیادی مقصد-۱

<?xml encoding="UTF-8">

سید الشہداء علیہ السلام کا بنیادی مقصد

اسلامی نظام اور معاشرے کی تعمیر کی تجدید: سید الشہداء علیہ السلام کا بنیادی مقصد مدینہ سے عاشورا تک کی تحریک کے دوران امام حسین علیہ السلام کے خطبات اور مختلف فرمائشات اور بیانات اور جدوجہد میں ایک سو سے زیادہ اسباق موجود ہیں۔

آج یوم عاشورہ کے موقع پر میں نے حسینی علیہ السلام کی تحریک کے بارے میں بات کرنے کا ارادہ کیا۔ عجیب بات ہے کہ ہماری پوری زندگی حسین علیہ السلام کی یاد سے بھری پڑی ہے، خدا کا شکر ہے۔

اس عظیم انسان کی نقل و حرکت کے بارے میں تو بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں جو بھی کوئی سوچتا ہے وہ سوچ، بحث، تحقیق اور وسیع مطالعے کا میدان ہے۔ اس عظیم، عجیب و غریب اور انوکھے واقعے کے بارے میں ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے جس کے بارے میں ہمیں ایک دوسرے کو سوچنا اور بتانا چاہیے۔

اگر آپ اس واقعہ کا صحیح جائزہ لیں تو شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام کی نقل و حرکت کے سو سے زیادہ اہم اسباق کئی مہینوں تک شمار کیے جا سکتے ہیں، جس دن سے وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ آئے، اس دن سے لے کر کربلا میں شہادت کا شربت پینے تک۔ میں ہزاروں اسباق نہیں کہنا چاہتا تھا، آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہزاروں اسباق ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس عظیم انسان کا ہر حوالہ ایک سبق ہو، لیکن جب میں سو سے زیادہ سبق کہتا ہوں، یعنی اگر ہم ان چیزوں کا جائزہ لینا چاہتے ہیں تو ہم ان سے سو عنوانات اور عنوانات حاصل کر سکتے ہیں، جن میں سے ہر ایک ایک قوم، ایک تاریخ اور ایک ملک کے لئے، اپنے آپ کو تعلیم دینے، معاشرے کو سنبھالنے اور خدا کے قریب ہونے کے لئے ایک سبق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حسین بن علی، قربانی کی روح اور اپنے نام و یاد کی قربانی، دنیا کے اولیاء کے درمیان سورج کی طرح چمکتے ہیں۔ انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء اور صالحین پر غور کرو! اگر وہ چاند اور ستاروں کی طرح ہوں گے تو یہ عظیم انسان سورج کی طرح چمکے گا۔ لیکن مذکورہ 100 اسباق کے علاوہ امام حسین علیہ السلام کی تحریک اور بغاوت کا ایک اہم سبق ہے جسے میں آج آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ سب معمولی ہیں اور یہ متن ہے۔ وہ کیوں کھڑا ہوا؟ یہ سبق ہے۔

وہ امام حسین علیہ السلام سے کہا کرتے تھے: مدینہ اور مکہ میں آپ کی عزت کی جاتی ہے اور یمن میں وہ تمام شیعہ ہیں۔ کسی ایسے کونے میں جاؤ جہاں آپ کا یزید سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور یزید کا آپ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے! اتنے سارے شاگرد، بہت سارے شیعہ رہتے ہیں، عبادت کرتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں! تم کیوں اٹھے ہو؟ مسئلہ کیا ہے؟

تحریک حسینی کے فلسفے

تحریک کے فلسفے اور امام حسین علیہ السلام کے مقام کی وضاحت میں مختلف نظریات کا مطالعہ یہ بنیادی سوال اور بنیادی سبق ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے، کیونکہ اس سلسلے میں بہت کام اور کوشش کی ہے، اور بہت کچھ کہا ہے۔ اب، یہ مسئلہ جو ہم آج پیش کر رہے ہیں،

ہماری رائے میں، اس مسئلے پر ایک نیا نقطہ نظر ہے۔

وہ یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام یزید کی بدعنوان حکومت کو ایک طرف رکھ کر خود حکومت بنانا چاہتے تھے۔ یہی ابو عبداللہ علیہ السلام کی بغاوت کا مقصد تھا۔ یہ بیان آدھا سچ ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ غلط ہے۔ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ نیک آدمی حکومت بنانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اس طرح کہ اگر وہ دیکھے کہ کسی شخص کے لیے کسی نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں ہے، تو وہ کہے گا، "ہم واپس نہیں جائیں گے"، یہ غلط ہے۔

جی ہاں، جو شخص حکمرانی کے ارادے سے چلتا ہے وہ اس حد تک جائے گا کہ یہ ممکن ہے۔ جب تک وہ ایسا کرنے کا امکان نہیں دیکھتا، یا کوئی عقلی امکان نہیں ہے، اس کا فرض واپس جانا ہے۔ اگر مقصد حکومت بنانا ہے تو کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ جہاں تک جا سکے وہاں تک جائے۔ اگر آپ نہیں جا سکتے ہیں، تو آپ کو واپس جانا پڑے گا۔ اگر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اس بغاوت میں امام کا مقصد ایک حقیقی علوی حکومت قائم کرنا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سچ نہیں ہے، کیونکہ امام کی پوری تحریک اس بات کو ظاہر نہیں کرتی ہے۔

دوسری طرف کہا جاتا ہے: "نہیں جناب، حکومت کیا ہے"، امام جانتے تھے کہ وہ حکومت نہیں بنا سکتے، لیکن وہ قتل اور شہید ہو گئے! یہ بھی کچھ عرصے کے لئے ہونٹوں پر بہت عام تھا! ان میں سے کچھ نے خوبصورت شاعرانہ تاثرات کے ساتھ اس کا اظہار کیا۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہمارے بعض بڑے علماء نے یہ بات کہی ہے۔ یہ حقیقت کہ امام شہید ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، کوئی نئی بات نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ رہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا تو چلو جا کر شہید ہو کر کچھ کریں۔

ہمارے پاس اسلامی دستاویزات اور دستاویزات میں یہ بیان نہیں ہے کہ آپ جاکر خود کو مار ڈالیں۔ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جو گواہی ہم شریعت مقدس میں جانتے ہیں اور جو ہم قرآن کی احادیث اور آیات میں دیکھتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی ایسے مقدس مقصد کا تعاقب کرتا ہے جو واجب یا جائز ہے، اور اس طرح وہ قتل کرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقی اسلامی گواہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص "مجھے قتل کرنے جا رہا ہوں" یا یہ شاعرانہ اظہار کہ "میرا خون ظالم کے پاؤں پھاڑ دے گا اور اسے زمین پر گرا دے گا" اس عظیم واقعے سے متعلق نہیں ہے۔ اس میں سچائی کا ایک حصہ ہے، لیکن یہ امام کا مقصد نہیں ہے۔ لہذا مختصراً یہ نہیں کہہ سکتے کہ تقدس مآب حکومت بنانے کے لیے اٹھے اور ان کا مقصد حکومت بنانا تھا اور نہ ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقدس مآب شہید ہونے کے لیے اٹھے۔ میں پہلے خطبے میں کچھ اور کہنے کی کوشش کروں گا جو آج پہلے خطبے میں میری تقریر کا بنیادی نکتہ ہے اور یہ وہی مسئلہ ہے انشاء اللہ۔ مقصد اور نتائج میں الجھن

امام حسین علیہ السلام کے محرک کے طور پر "حکومت" یا "شہادت" کو متعارف کرانے میں یکطرفہ تجزیوں کی غلطی کی وجہ

مجھے ایسا لگتا ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ "مقصد حکومت تھا" یا "مقصد شہادت تھا" انہوں نے مقصد کو نتائج کے ساتھ الجھا دیا ہے۔ نہیں، یہ ان کا مقصد نہیں تھا۔ امام حسین علیہ السلام کا ایک اور مقصد تھا، لیکن اس دوسرے مقصد کے حصول کے لیے ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جس کے دو میں سے ایک نتیجہ نکلے: "حکومت" یا "شہادت"۔

یقیناً امام صاحب بھی دونوں کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے حکومت کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ شہادت کی تیاریاں

بھی جاری رکھیں۔ وہ اس سازش اور اس کے حق میں دونوں تھے۔ جو بھی ہو سکتا تھا، وہ صحیح تھا اور کوئی مسئلہ نہیں تھا، لیکن ان میں سے کسی کا بھی کوئی مقصد نہیں تھا، بلکہ دو نتائج تھے۔ مقصد کچھ اور ہے۔ مقصد کیا ہے؟

سب سے پہلے، میں مختصر طور پر اس مقصد کو ایک جملے میں پیش کروں گا، اور پھر میں اس کی کسی حد تک وضاحت کروں گا۔

هدف امام حسین (علیہ السلام)

هدف امام حسین (علیہ السلام) ایک عظیم دینی واجب کی انجام دہی ہے

اگر ہم امام حسین علیہ السلام کے مقصد کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ کہنا ہوگا کہ اس عظیم شخص کا مقصد ایک عظیم دینی فریضہ انجام دینا تھا جو امام حسین علیہ السلام سے پہلے کسی نے ادا نہیں کیا تھا، یہاں تک کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی۔ پیغمبر اکرم (ص) اور امیر المؤمنین (ع) اور امام حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) نے یہ ذمہ داری پوری نہیں کی۔

یہ ایک ایسی ذمہ داری تھی جو اسلام کے فکری، اقداری اور عملی نظام کے عمومی ڈھانچے میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ یہ ذمہ داری بہت اہم اور بہت بنیادی ہے، یہ امام حسین علیہ السلام کے زمانے تک پوری نہیں ہوئی تھی میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیوں نہیں کیا گیا امام حسین علیہ السلام کو یہ ذمہ داری ادا کرنی چاہئے تھی تاکہ یہ پوری تاریخ کے لئے ایک سبق بن جائے۔ جس طرح پیغمبر اکرم (ص) نے حکومت تشکیل دی، اسی طرح حکومت کی تشکیل پوری تاریخ اسلام کے لئے ایک سبق بن گئی اور اس نے نہ صرف اس کا حکم دیا۔ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جنگ لڑی اور یہ مسلمانوں کی تمام تاریخ اور بنی نوع انسان کی تاریخ کے لیے ہمیشہ کے لیے ایک سبق بن گیا۔ یہ فریضہ امام حسین علیہ السلام کو ادا کرنا چاہیے تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے لئے اور تاریخ کے دورانیے کے لئے ایک عملی سبق بن سکیں۔ اب امام حسین علیہ السلام کو ایسا کیوں کرنا چاہیے؟

کیونکہ اس فریضہ کی انجام دہی کی بنیاد امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئی۔ مثال کے طور پر اگر امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں ایسا نہ ہوتا تو امام علی نقی علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے اور تاریخ اسلام کا سب سے بڑا واقعہ اور سب سے بڑا قتل امام علی نقی علیہ السلام کا ہوتا۔ اگر یہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہوا ہوتا تو ان بزرگوں نے عمل کیا ہوتا۔ یہ امام حسین سے پہلے کے زمانے میں نہیں ہوا تھا اور نہ ہی امام حسین کے بعد ائمہ کی موجودگی کے پورے دور میں غیبت کے دور تک ہوا تھا۔

لہذا مقصد اس ذمہ داری کو نبھانا تھا، جس کی اب میں وضاحت کروں گا کہ یہ ذمہ داری کیا ہے۔ پھر فطری طور پر اس ذمہ داری کی تکمیل سے دو میں سے ایک نتیجہ نکلے گا: یا تو یہ اقتدار اور حکومت کا باعث بنے گا، اور امام حسین موجود تھے۔ یہاں تک کہ اگر امام علی (ع) اقتدار میں آ بھی جاتے تو وہ اقتدار پر قائم رہتے اور معاشرے کو اسی طرح چلاتے جیسے انہوں نے پیغمبر اکرم (ص) اور امیر المؤمنین کے زمانے میں کیا تھا۔ ایک وقت میں اس ذمہ داری کی تکمیل حکومت تک نہیں پہنچتی بلکہ شہادت ہے۔ اس کے لئے امام حسین بھی موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام اور دیگر ائمہ کرام کو اس طرح پیدا کیا تھا کہ وہ شہادت کا بھاری بوجھ برداشت کر سکیں جو اس معاملے میں ہونے والا تھا اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یقیناً کربلا کی آفات کی کہانی ایک

اور عظیم داستان ہے۔ اب میں اس معاملے کی تھوڑی وضاحت کرتا ہوں۔ پیارے دعا گو بھائیو اور بہنو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہر نبی جب آتا ہے تو احکام کا ایک مجموعہ لاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احکام لے کر آئے ہیں وہ انفرادی طور پر کچھ ہیں اور اپنی اصلاح کے مقصد سے ہیں۔ ان میں سے کچھ سماجی ہیں اور انسانی دنیا کی تعمیر اور انتظام اور انسانی معاشروں کے قیام کے مقصد کے لئے ہیں۔ یہ احکام کا ایک مجموعہ ہے جسے اسلامی نظام کہا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر اسلام نازل ہوا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، خاندانی احکام، ذاتی تعلقات، اللہ کی راہ میں جہاد، حکومت کی تشکیل، اسلامی معیشت، حکمران اور عوام کے درمیان تعلقات اور حکومت کے تئیں عوام کے فرائض لے کر آئے۔ اسلام نے یہ سارا مجموعہ انسانیت کے سامنے پیش کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی۔

"ما من شيء يقربكم من الجنة و يباعدكم من النار الا و قد نهيتكم عنه و امرتكم به" (بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۷۰)

"ایسی کوئی چیز نہیں جو تمہیں جنت کے قریب لے جائے اور تمہیں دوزخ سے دور کرے جب تک کہ میں نے تمہیں اس سے منع نہ کیا ہو اور تمہیں ایسا کرنے کا حکم نہ دیا ہو"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں کی وضاحت فرمائی ہے جو انسان اور انسانی معاشرے کے لئے خوشی کا باعث بن سکتی ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ان کا اظہار کیا بلکہ انہیں عملی جامہ پہنایا اور عملی جامہ پہنایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک اسلامی حکومت اور ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دیا گیا، ایک اسلامی معیشت نافذ کی گئی، ایک اسلامی جہاد قائم کیا گیا، اسلامی زکوٰۃ جمع کی گئی، اور ایک اسلامی ملک اور ایک نظام تشکیل دیا گیا۔ اس نظام کا انجینئر اور اس لائن پر چلنے والی اس ٹرین کا کنڈکٹر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جگہ بیٹھنے والا ہے۔

لائن بھی واضح اور واضح ہے۔ اسلامی معاشرے اور اسلامی فرد کو اس لکیر سے نکل کر، اس لکیر پر، اس سمت میں اور اس طرح سے آگے بڑھنا چاہیے، کیونکہ اگر ایسی تحریک چلائی جائے تو انسان کمال تک پہنچ جائے گا، انسان راستباز اور فرشتہ بن جائے گا، لوگوں میں ظلم و ستم کا خاتمہ ہو جائے گا، برائی، فساد، تفرقہ، غربت اور جہالت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انسان مکمل خوشی حاصل کرتا ہے اور خدا کا کامل بندہ بن جاتا ہے۔

اسلام نے اس نظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے لایا اور اس وقت کے معاشرے میں نافذ کیا۔ کہاں؟ مدینہ نامی ایک کونے میں اور بعد میں یہ مکہ اور کچھ دوسرے شہروں تک پھیل گیا۔

یہاں ایک سوال باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لائن پر جو ٹرین کھڑی کی ہے، کوئی ہاتھ یا حادثہ آ جائے اور اسے پٹری سے اتار دے تو اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

اگر اسلامی معاشرہ انحراف کرے، اگر یہ انحراف اس مقام تک پہنچ جائے جہاں پورے اسلام اور اسلامی تعلیمات سے انحراف کا اندیشہ ہو تو اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

اسلامی معاشرے میں دو ممکنہ انحرافات

انحراف کی دو قسمیں ہیں۔ بعض اوقات لوگ بدعنوان ہو جاتے ہیں - یہ بہت بار ہوتا ہے - لیکن اسلامی قوانین غائب نہیں ہوتے ہیں، لیکن جب لوگ کرپٹ ہو جاتے ہیں تو حکومتیں بھی کرپٹ ہو جاتی ہیں، اور علماء اور دین کے مبلغین بھی بدعنوان ہو جاتے ہیں! سچا دین بدعنوان لوگوں سے بالکل بھی جاری نہیں ہوتا۔ وہ قرآن اور سچائی کو مسخ کرتے ہیں، وہ اچھے کے لئے اچھائی، اچھے کے لئے برے، اچھے کے لئے برائی اور مشہور کے لئے

اچھائی کو مسخ کرتے ہیں۔ وہ اس لکیر کو تبدیل کرتے ہیں جو اسلام نے اس سمت میں کھینچی ہے، مثال کے طور پر، دوسری سمت میں ایک سو اسی درجے! اگر اسلامی معاشرہ اور نظام اس طرح کے مسائل سے دوچار ہے تو اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فرض کیا ہے اور قرآن نے بھی فرمایا:  
«مَنْ يَزِدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ» (سورہ مائدہ آیہ 54)

اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ بہت جلد ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے

"میں کہوں گا، 'میں ایک مرد بننے جا رہا ہوں، میں ایک ہوں، میں نہیں ہوں،' میں ایک آدمی ہوں گا"

اور بہت سی آیات اور بہت سی دوسری روایات ہیں، اور یہ وہ روایت ہے جو میں امام حسین سے نقل کر رہا ہوں۔